سوال

(146) تراویح آٹھ ہیں نہ کہ بیس

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بریلوی حنفیوں کی ایک کتاب ''وجا الحق'' میں بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں ۲۳ دلائل لکھے ہیں۔ دیکھئے صفحات ۴۴۴تا۴۴۶۔ براہ کرم ان کی حقیقت بتلائیے کیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

دلیل نمبر ۱ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں جتنا قرآن پڑھتے تھے، اس کا نام رکوع ہے، چونکہ یہ دونوں صحابی ۲۷ رمضان کو قرآن ختم کرتے تھے، اور قرآن کے تمام رکوع ۵۵۷ ہیں۔ اگر تراویح بیس رکعت پڑھی جائیں۔ اور ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے۔ اور آخری رات میں فی رکعت متعدد رکوع پڑھ لیے جائیں۔ تو قرآن ۲۷ دنوں میں ختم ہو جاتا ہے، غیر مقلدوں کی آٹھ رکعت کے لحاظ سے قرآن کے کل رکوع ۲۱۶ ہونے چاہیں۔ (جاء الحق صفحہ ۴۴۴)

جواب : ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان کے اس ''عمل'' کے لیے حوالہ کوئی نہیں، معلوم نہیں یہ 'کہانی' کہاں سے لی جاتی ہے، اگر ہو بھی تو صحابی کا عمل دلیل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصول فقہ میں دلائل کتاب، سنت، اجماعت اور قیاس شمار کیے گئے ہیں۔ اور بس پھر رکوعات قرآنی کی تعیین و تحدید قاریوں کی اختراع ہے، اور اجماع وہ دلیل بنتا ہے، جو ثابت بھی ہو۔

دلیل نمبر ۲ :

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے، اور آٹھ رکعت میں دو ترویح ہوتے ہیں۔

جواب : ... کسی صحیح مرفوع حدیث میں تراویح کا لفظ نہیں ملتا۔ حدیث میں قیام رمضان ہے۔ چنانچہ محدثین قیام شہر رمضان کا باب باندھتے ہیں۔ خود مؤطا امام محمد میں بھی قیام شہر رمضان کا عنوان ہے، صحیح بخاری کے ایک نسخے میں کتاب الصلوۃ ''التراویح'' عنوان ملتا ہے، باقی نسخوں میں وہ بھی نہیں۔ شائد شہرت کی وجہ سے کسی ناسخ نے لکھ دیا ہوگا۔

اس کے علاوہ دو بھی جمع ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے۔ ((الاثنان فما فوقهما جماعة)) اور مالک بن حریث کی حدیث ((وليؤمكما اكبر كما)) سے استدلال کیا ہے، اور دو دفعہ چار چار پڑھنا ''تراویح'' ہو جاتے ہیں۔ پس صحیح بخاری کے باب اور حدیث کے مطابق دو کا جمع ہونا صحیح ہو گیا۔

دلیل نمبر ۳:

ہر روز بیس رکعت نماز یعنی ۱۲ فرض اور تین وتر ضروری ہیں۔ اور رمضان میں ان بیس کی تکمیل کے لیے بیس رکعت نماز تراویح اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائیں۔

جواب:... نماز فرض پانچ ہیں۔ وتر فرض نہیں۔ وتر سنت ہیں۔ ((عن ابن عباس ان النبی ﷺ بعث معاذاً الی الیمن فقال ادعهم الی شهادة ان لا اله الا الله وانی رسول الله فان هم اطاعوا لذالک فاعلمهم ان الله افترض علیهم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة)) (بخاری باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۷ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں۔ چھ نہیں تو پھر وتر سنت ہوئے نہ کہ فرض۔

امام شوکانی رحمہ فرماتے ہیں۔ ((هذا من احسن ما یستدل به لان بعث معاذ بن جبل کان قبل وفات رسول الله بیسیر)) (نیل ص ۳۶ ج ۳)

''یہ حدیث وتر کے فرض نہ ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ کے تھوڑی دیر یمن جانے کے بعد آنحضرت ﷺ وفات پا گئے تھے۔''

اس لیے جمہور علماء کا مذہب بھی یہی ہے کہ وتر سنت ہیں۔ ((وقد ذهب الجمهور الی ان الوتر غیر واجب بل سنة)) (نیل ص ۳۵ ج ۳) ((باب الوتر علی الدابة)) (بخاری شریف صفحہ ۱۳۶ جلد ۱) میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایات ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر اور نفل سواری پر پڑھ لیتے تھے۔ لیکن فرض ساری پر نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ وتر میں جہت قبلہ بھی ضروری نہ ہوتی تھی۔

جواب نمبر ۲:... وتر صرف تین ہی نہیں بلکہ ۱۵، ۷، ۹ اور ایک بھی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ((قال قال رسول الله ﷺ صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا اردت ان تنصرف فارکع رکعة توتر لک ما صلیت الخ)) (صحیح بخاری ص ۱۳۵ ج ۱ ابواب الوتر) ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب تم نماز سے فارغ ہو جانا چاہو تو ایک رکعت پڑھ لو۔ کیونکہ ایک رکعت تمہاری نماز کو وتر بنا دے گی۔'' امام ترمذی نے تو باب ہی یں باندھا ہے، ((باب ما جاء فی الوتر برکعة)) اور یہ حدیث لکھی ہے۔ ((کان رسول الله ﷺ یصلی من اللیل مثنیٰ ومثنیٰ و یوتر برکعة)) ''آپ رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک وتر پڑھتے۔''

دلیل نمبر ۴:

''چونکہ آنحضرت ﷺ نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا۔ اور نہ اس پر پابندی فرمائی، بلکہ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صریحاً ثابت نہیں۔'' (جاء الحق صفحہ ۴۴۵، جلد ۱)، یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، صحیح حدیث سے آٹھ رکعت تراویح صریحۃً ثابت ہیں۔ اور آپ ہمیشہ آٹھ ہی پڑھتے تھے۔

احادیث صحیحہ:

((ابو سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعاً ولا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا))

(بخاری باب قیام النبی ص ۵۴ ج ۱ کتاب الصوم ص ۲۶۹ ج ۱۔ مسلم باب صلوۃ اللیل وعدد الرکعات ص ۲۵۴ ج ۱)

''حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ کے ایک سوال کے واب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ قیام نہیں فرماتے تھے ۔ نہایت عمدگی سے لمبی چار رکعت ادا فرماتے اسی طرح کی چار رکعت اور پڑھتے ۔ ازاں بعد وتر پڑھتے ۔''

((عن جابر رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی شهر رمضان ثمان رکعات واوتر فلما کانت القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج فلم نزل فیہ حتی اصبحنا ثم دخلنا فقلنا یا رسول اللہ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان تصلی بنا فقال انی خشیت ان یکتب علیکم رواہ الطبرانی فی الصغیر ص ۱۰۸ و محمد بن المروزی ص ۹۰ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحما قال الحافظ الذھبی بعد ذکر ھذا الحدیث اسنادہ وسط)) (میزان الاعتدال ص ۳۱۱ ج ۲)

وذکر الحافظ ذھبی بعد ذکر ھذا الحدیث فی بیان عدد الرکعات (فتح الباری ص ۵۹۷ ج ۱)

''یعنی حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان میں ایک رات میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے ۔ ہم نے دوسری رات بھی آپ کا انتظار کیا ۔ مگر صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس خدشہ سے میں نے ناغہ کیا ہے کہ قیام رمضان تم پر ضروری نہ ہوجائے ۔''

(اعتراض) اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ راوی متکلم فیہ ہے ۔

جواب : ... اس حدیث کی سند کو وسط (یعنی حسن) کہنے والے حافظ ذہبی بڑے پایہ کے محدث ہیں ۔ چنانچہ حافظ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں ۔ ((الذھبی من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال)) ''رجال کی جانچ پرکھ اور نقد وجرح میں حافظ ذہبی کو ید طولیٰ حاصل ہے) '' علاوہ ازیں حافظ ابن خزیمہ اور حافظ ابن حبان کا اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں درج کرنا حافظ ذہبی کی بھرپور تائید ہے ۔ مزید برآں یہ حدیث دراصل ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (بخاری) کی تفصیل ہے ۔

((کما اشار الیہ الحافظ والعینی فافھم ولا تکن من القاصرین))

(۲) ((عن جابر بن عبد اللہ قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان ھکان منی اللیلۃ شئی یعنی فی رمضان قال وما ذاک یا ابی قال نسوۃ فی داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی بصلوتک قال فصلیت بھن ثمان رکعات واوترت فکانت شبہ الرضا ولم یقل شیئاً رواہ ابو یعلیٰ والطبرانی فی الاوسط وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد ص ۷۴ ج ۲ ۔ اسنادہ حسن واخرجہ ایضاً محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل)) (ص ۹۰)

''جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور کہا کہ آج کی رات مجھ سے ایک کام ہوگیا ہے ، فرمایا وہ کیا ہے ؟ کہا عورتیں میرے گھر میں جمع ہوگئیں ۔ اور میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے ۔ آپ ﷺ نے ابی بن کعب کے اس عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ جس کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ آپ ﷺ نے اس عمل کو پسند فرمایا ۔''

وضاحت :

ابوسلمہ والی حدیث (صحیح بخاری) کو خود امام محمد ﷺ نے اپنی کتاب موطا میں نقل فرمایا ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد حنفیہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ حدیث قیام رمضان کے بیان میں ہے ، نہ کہ تہجد کے بیان میں جیسا کہ بعض حنفی فقہاء اور اکابر ۔ ابوسلمہ کی حدیث نہ ماننے ہوئے یہ بہانہ تراشتے ہیں ۔

بہر حال ان تینوں صحیح اور صریح احادیث میں آٹھ رکعت قیام رمضان تراویح کا صراحتہً ثبوت موجود ہے ، اور آٹھ رکعت تراویح ہی دراصل سنت نبویہ ﷺ ہیں ۔ پورے اعتماد کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ نے زمانہ میں کسی صحابی نے آٹھ رکعت اور وتر سے زیادہ قیام رمضان نہیں کیا ۔ چنانچہ امام مالک کا فرمان یہ ہے کہ ((الذی جمع علیہ الناس عمر بن خطاب احب الی وھی احدیٰ عشرۃ رکعۃ وھی صلوۃ رسول اللہ ﷺ ... ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر)) (مصابیح فی صلوۃ التراویح للسیوطی) ''گیارہ رکعت

رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ اور یہی مجھے پسند ہیں۔ گیارہ اور تیرہ کے علاوہ کثرت نماز کا مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں سے پیدا ہوگئیں۔ ''اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک بھی بیس رکعات تراویح سنت نبوی نہیں۔ ((ومن یدّعی فعلیه البیان بالبرهان))

دلیل نمبر ۵:

لہٰذا صحابہ کرام کا بیس پر اتفاق کر ان سنت کی مخالفت نہیں ہے، ہمیں حکم ہے۔ ((علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین))

جواب نمبر ۱:... اولاً پیش کردہ حدیث میں پہلا لفظ ''سنتی'' کا ہے، سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ دوسرے نمبر پر ہے، چونکہ دلیل نمبر ۴ کے جواب میں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوچکا ہے کہ سنت نبوی صرف آٹھ اور تین ہیں، لہٰذا آپ کی سنت کے ہوئے ہوئے خلفاء کے عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔

جواب نمبر ۲:... سنت خلفاء راشدین سے اُن کا طریقہ نظام حکومت مراد ہے، علامہ امیر الیمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ((فانه لیس المراد بسنة الخلفاء الراشدین الا طریقهم الموافقة لطریقته ﷺ من جهاد الاعداء وتقویة شعائر الدین ونحوها)) (سبل السلام ص ۱۱ ج ۲ باب صلوة التطوع)

خلفاء کی سنت سے ان کا وہ سیاسی طریق کار مراد ہے، جو آنحضرت ﷺ کے طریق کے موافق ہو۔ اور پھر اس طریق کار کا اعدائے اسلام کے خلاف جہاد اور دوسری دینی شعائر کی سربلندی اور تقویت سے تعلق ہو۔

دلیل: حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم عہد عمر میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

جواب:... یہ اثر قابل استدلال نہیں ہے اولاً اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عثمان ہے، جس کے متعلق خود مولانا شوق نیموی حنفی فرماتے ہیں۔ ((لم اقف علی من)) (تعلیق آثار السنن ص ۵۷) سو جب تک اس کے ثقہ ہونے کا پتہ نہ چلے۔ اس وقت تک اس روایت سے استدلال درست نہ ہوگا۔ ثانیاً اس جگہ سائب کے راوی یزید بن خصیفہ ہیں۔ جن کو ثقہ کہا گیا ہے، لیکن امام احمد نے سن کر حدیث بھی کہا ہے۔ دوسرا راوی محمد بن یوسف ہے، جو اس سے اوثق ہے، وہ اپنے دادا سائب بن یزید سے گیارہ رکعت روایت کرتا ہے۔ ((یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرة رکعة، رواه سعید بن منصور فی سننه وقال الحافظ السیوطی فی رسالة المصابیح اسناده فی غایة الصحة)) (تحفة الاحوذی صفحہ ۷۵۔ جلد ۲) (باب قیام شهر رمضان فتح الباری صفحہ ۲۰۴ جلد ۴) ''ہم عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔'' لہٰذا اس کی روایت کو ترجیح ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن خصیفہ کی روایتوں میں اضطراب ہے علاوہ ازیں پوتے کو دادا کی بات کا زیادہ علم ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر ۲:... تمیم داری رضی اللہ عنہ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت باجماعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ ((مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انه کان امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما اللناس باحدیٰ عشرة رکعة)) (مؤطا امام مالک ص ۹۸ باب قیام شهر رمضان)

اعتراض:

اس اثر کو نقل کرنے میں امام مالک متفرد ہیں۔

جواب:... یہ غلط ہے، کیونکہ یحییٰ بن سعید اور یحییٰ قطان نے امام مالک کی متابعت کی ہے یعنی وہ دونوں بھی امام مالک رحمہ اللہ کی طرح محمد بن یوسف سے گیارہ رکعت کا حکم نقل کرتے ہیں اور اسے متابعت تامہ کہتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

امام عبد الرزاق ۲۱ رکعت میں متفرد ہونے کے ساتھ ساتھ آخری عمر میں حافظہ اور بینائی کھو بیٹھے تھے۔ ((ثقۃ حافظ مصنف شہیر عمی فی اٰخرہ وتغیر کان یتشیع)) (تقریب صفحہ ۲۱۳) لیکن برخلاف اس کے امام یحییٰ بن سعید قطان ثقہ اور متقن ہیں۔ یحییٰ بن سعید ثقہ متقن حافظ قدرۃ من کبار (تقریب صفحہ ۳۷۵)

جواب نمبر ۲:... یہ اثر اوپر کی تین حدیثوں کے خلاف ہے۔

جواب نمبر ۳:... حنفیہ ۲۳ رکعتوں کے قائل ہیں۔ نہ کہ ۲۱ رکعتوں کے لہٰذا حنفیوں کو یہ اثر مفید نہیں ہے۔ ورنہ ایک وتر اور بیس تراویح یا پھر تین وتر اور ۱۸ تراویح ماننی پڑے گی۔ اور یہ دونوں حنفیہ کے خلاف چیزیں ہیں۔

دلیل نمبر ۷:

ابن منیع نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے، ((نصلی بھم عشرین رکعۃ)) ''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگو ںکو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔'' (جاء الحق صفحہ ۴۴۵)

جواب:... اس اثر کا مصنف جاء الحق نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اور نہ کوئی سند ذکر کی ہے، لہٰذا یہ معرض استدلال میں پیش نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں دلیل نمبر ۴ کے جواب کے سلسلے کی تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی نے عورتوں کو گیارہ رکعات تراویح پڑھائیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے اسے پسند بھی فرمایا۔ پھر دلیل نمبر ۶ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کی گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

جواب نمبر ۲:... بشرط صحت ممکن ہے کہ حضرت ابی ۸ رکعات کو سنت سمجھتے ہوں اور باقی بطور نفل پڑھتے ہوں۔

دلیل نمبر ۸:

((عن ابی الحسنات ان علی بن ابی طالب ارم رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ)) (جاءَ الحق صفحہ ۴۴۵ بحوالہ بیہقی)

''کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائیں۔''

جواب:... یہ راوی ابو الحسنات نہیں۔ بلکہ ابو الحسناء ہے، جو مجہول راوی ہے، لہٰذا یہ اثر ضعیف ہے، ثوق نیموی کہتے ہیں۔ ((مدار ھذا الاثر علی ابی الحسناء وھو لا یعرف وقال الذھبی لا یعرف)) (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۴) ابو الحسناء مجہول ہے، قال الحافظ مجہول (تقریب صفحہ ۴۰۱)

دلیل نمبر ۹:

((عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر)) (بیہقی، طبرانی)

''ابن ابی شیبہ وغیرہ (حضور ﷺ وتروں کے سوا بیس تراویح پڑھاتے تھے)''

جواب:... یہ روایت نہایت درجہ کی کمزور ہے۔ امام احمد، امام ابو داؤد، امام نسائی، یحییٰ بن معین، ابن عدی، وولابی اور حافظ مزی ایسے کبار محدثین کے علاوہ اکبر حنفیہ مثلاً بدر الدین

عینی (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۸ جلد ۱۱) علامہ زیلعی (نصب الرایہ صفحہ ۱۵۳ جلد ۲) ، ابن ہمام (فتح القدیر صفحہ ۱۹۸ جلد ۱) اور ملا علی قاری عثوق نیموی کے علاوہ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری صفحہ ۲۰۵ جلد ۴ تقریب صفحہ ۲۳) اور خود امام بیہقی (صفحہ ۲۹۶ جلد ۲) اور مالکیہ میں سے امام زرقانی مالکی اپنی شرح مؤطا میں اس حدیث کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے ، یعنی یہ حدیث حنفیہ ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ضعیف ہے ۔ ((فَاعۡتَبِرُوۡا یَا اولی الاَبۡصَار))

دلیل نمبر ۱۰ :

((عن شترین بن شکل وکان من اصحاب علی انہ کان یؤمھم فی رمضان یصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ)) (جاء الحق صفحہ ۴۴۵ بحوالہ بیہقی) حضرت علی کے تلمیذ شتیر بن شکل رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویح بیس رکعات پڑھاتے تھے ۔

جواب : ... یہ اثر بھی موضوع ہے ، اور صحیح حدیثوں کے خلاف ہے ، جیسا کہ دوسری مختلف تعداد کے خلاف مرفوع ہیں ۔ کیونکہ صحیح حدیثوں میں صرف آٹھ رکعات تراویح ثابت ہیں ۔ جیسا کہ دلیل نمبر ۴ کے جواب میں تین مرفوع حدیثیں لکھی جا چکی ہیں ۔ حافظ ابن حجر باب جمعۃ فی القریٰ (فتح الباری انصاری پارہ ۴ صفحہ ۴۸۶) میں فرماتے ہیں ۔ ((فلما اختلف الصحابۃ وجب الرجوع الی المرفوع))

دلیل نمبر ۱۱ :

((عن ابی عبد الرحمٰن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی یوتر بھم)) (بیہقی ، جاء الحق صفحہ ۴۴۸)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا ۔ اور ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے ، اور وتر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھاتے ۔‘‘

جواب : ... امر رجلاً نہیں بلکہ امر منھم رجلاً ہے ، بہر کیف یہ اثر بھی ضعیف ہے ، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی حماد بن شعیب ہے ، جو ضعیف ہے ۔

((قال النیموی بعد ذکر ھذا الاثر حماد بن شعیب ضعیف قال الذہبی فی المیزان ضعفہ ... ابن معین وغیرہ قال یحییٰ بن معین لا یکتب حدیثہ وقال البخاری وفیہ نظر وقال النسائی ضعیف وقال ابن عدی اکثر احادیثہ مما لا یتابع علیہ)) (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۵ جلد ۲) کہ ’’امام بخاری ۔ یحییٰ ۔ ذہبی ۔ نسائی ۔ ابن عدی نے حماد بن شعیب کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا ہے ۔

دلیل نمبر ۱۲ :

((عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ باسنادہ صحیح)) (جاء الحق صفحہ ۴۴۵) ’’لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے ۔‘‘

جواب : ... یہ بھی یزید بن خصیفہ کی روایت ہے ، جو دوسری سند سے ہے ، جو ابھی گذر چکا ہے ، کہ محمد بن یوسف کی روایت کو سائب بن یزید سے ، بوجوہ یزید بن خصیفہ کی روایت راجح ہے ۔

دلیل نمبر ۱۳ :

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس تراویح پڑھتے تھے ۔

جواب : ... ان سب کی حقیقت پر تحقیق ابھی ابھی گذر چکی ہے، خلاصہ جس کا یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح نہیں تاہم اگر کوئی ثابت بھی ہو۔ تو یہ ثابت ہو گا۔ کہ فلاں صحابی یا تابعی بیس رکعت پڑھتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی کا پڑھنا یا اس کا عمل حضور کی سنت نہیں کہلا سکتا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آپ بیس تراویح پڑھا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ پر بہتان قرار پائے گا۔ حدیث میں ہے۔ ((من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار العیاذ باللہ)) ہاں صحیح حدیث سے سلف میں ۸ تراویح ثابت ہو چکی ہیں۔ خدا حدیثوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

دلیل نمبر ۱۴ :

عہد فاروقی میں بیس پر عمل جاری ہو گیا تھا۔ (جاء الحق صفحہ ۴۴۵)

جواب : ... یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ محمد بن یوسف اپنے دادا سائب بن یزید سے مرفوع اور صحیح سند کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو گیارہ رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ آپ قارئین اور خود فیصلہ کر لیں کہ ترجیح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی ہے، یا لوگوں کے پڑھنے کی (اگر وہ ثابت بھی ہو)۔

دلیل نمبر ۱۵ :

عبداللہ بن عباس۔ ابی بن کعب۔ سائب بن یزید وغیرہ صحابہ کا یہی معمول تھا۔ (جاء الحق)

جواب نمبر ۱ : ... یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے، کسی صحابی سے بھی صحیح مرفوع متصل السند سے بیس رکعات کا پڑھنا ثابت نہیں۔ اگر کوئی مدعی ہے، تو اسے ہمارے طرح کوئی صحیح السند مرفوع اثر ثابت کرنا چاہیے، تب ان شخصیتوں کا معمول ثابت ہو گا۔ ((ودونہ خرط القتاد))

جواب نمبر ۲ : ... اگر مطلوبہ شروط کے ساتھ کوئی ثابت بھی ہو جائے۔ تو دلیل نمبر ۱۱ کے جواب میں گذر چکا ہے، کہ صحابہ کے اختلاف کے وقت فیصلہ مرفوع حدیث پر ہو گا۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری صفحہ ۴۸۶ جلد ۴)

دلیل نمبر ۱۶ :

((واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیر ھما من اصحاب رسول اللہ ﷺ عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک والشافعی وقال الشافعی ھکذا ادرکت ببلد مکۃ یصلون عشرین رکعۃ)) (ترمذی باب قیام شھر رمضان جاء الحق صفحہ ۴۴۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مبارک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مکہ کے لوگ بیس پڑھتے تھے۔''

جواب نمبر ۱ : ... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کل دو اثر مروی ہیں۔ ایک میں ابو الحسناء مجہول راوی ہے، جیسے کہ ''دلیل نمبر ۸'' کے جواب میں گزر چکا ہے، اور دوسرے اثر میں حماد بن شعیب راوی ہے جو سخت ضعیف ہے، چنانچہ دلیل نمبر ۱ کے جواب میں مفصل بحث گزر چکی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر یہ ہے۔ ((یحیٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ رواہ ابن ابی شیبۃ)) (تحفۃ الاحوذی ص ۵، ج ۲) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔'' مگر یہ اثر منقطع ہے، کیونکہ یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ علامہ ثوق نیموی حنفی لکھتے ہیں۔ ((رجالہ ثقات لکن یحییٰ بن سعید

الانصاری لم یدرک عمر)) (تعلیق آثار السنن ص ۵۸) ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ آئمہ کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور ترمذی میں روی کا مجہول صیغہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امام ترمذی یس کے قول کے ضعف کی طرف اشارہ روی مجہول صیغہ کے ساتھ کر رہے ہیں۔

جواب نمبر ۲:... حدیث صحیح کی حجیت آئمہ اور فقہاء کی تائید کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ فی نفسہٖ حجت ہے۔ لہٰذا آئمہ کی اکثرت کی صحیح حدیث کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ ملامعین رحمہ اللہ دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں۔

((علمت انہ کما یجب ترک قول امام واحد مخالف بالحدیث کذالک یجب ترک مائۃ امام مثلاً اذا کان مخالفاً بالحدیث الصحیح فلو وجدنا حدیثاً صحیحا خالفہ الائمۃ الاربعۃ رحمھم اللہ وجب علینا ترک اقوالھم فوراً)) (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۲)

''ہمارے مضبوط دلائل کی روشنی میں تجھے علم ہوچکا ہے، کہ صحیح حدیث کے مقابلے میں جیسے ایک امام کے قول کو ترک کرنا واجب ہے، اسی طرح سوااماموں کا قول بھی ترک کرنا واجب ہے، اگر ہم آئمہ اربعہ کو بھی کسی حدیث کے خلاف ہیں۔ تو ہم پر واجب ہے کہ ہم فوراًان کے اقوال کو ترک کر دیں۔''

بنا بریں احادیث کے مقابلے میں اکثر اہل علم یا مکہ والوں کے عمل کی دھونس بے فائدہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

((روی محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتھم یصلون عشرین رکعۃ وثلث رکعات الوتر وفی الباب اٰثار کثیرۃ اخرجھا ابن ابی شیبۃ فتح المعلھم)) (شرح مسلم صفحہ ۲۹۱ ج ۲ جاء الحق ص ۴۴۶)

''حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے پایا۔''

جواب:... ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ اختلاف کی صورت میں لوگوں کے اقوال افعال سند نہیں ہوتے۔ اور لوگوں کا بیس رکعات تراویح پڑھنا شرعی دلیل نہیں ہے، ہاں اگر کسی کے پاس مرفوع صحیح حدیث موجود ہو تو وہ پیش کرے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفی بر جان مسلم داشتن

دلیل نمبر ۱۸:

((روی الحارث بن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عہد عمر بثلث و عشرین رکعۃ)) (جاء الحق ص ۴۴۶ عمدۃ القاری ص ۳۰۷ ج ۵) کہ ''سائب بن یزید کہتے ہیں کہ لوگ عہد عمر رضی اللہ عنہ میں ۲۳ رکعات قیام کرتے تھے۔''

جواب:... ہم دلیل نمبر ۱۶، ۱۷ کے جواب میں مدلل وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ صحیح حدیث کے سامنے کسی کا قول و فعل دلیل نہیں بن سکتا۔ حارث بن عبدالرحمان بن الجاذباب درجہ خامسہ کا راوی ہے، تقریب میں اس کے متعلق لکھا ہے، صدوق یھم ص ۶۰ صدوق تو ہے، مگر اس کا وہم ہو جاتا تھا۔

دلیل نمبر ۱۹ :

((کان عبداللہ بن مسعود یصلی بنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی یصلی عشرین رکعۃ)) (عمدۃ القاری ص ۳۰۷ ج ۵) کہ ''عبداللہ بن مسعود ہم کو تراویح پڑھاتے اور سحری سے پہلے ختم کردیتے۔ اعمش کہتے ہیں کہ بیس رکعت پڑھاتے تھے۔''

جواب : ... یہ اثر بھی منقطع ہے، کیونکہ سلیمان اعمش کا حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے، تقریب میں ہے۔ ((الطبقۃ الصغریٰ منھم الذین راؤالواحد والاثنین ولم یثبت لبعضھم السماع من الصحابۃ کا الاعمش)) (تقریب ص ۱۰) ''پانچواں طبقہ ان تابعین کا ہے، جو ایک دو صحابہ کو دیکھ چکا ہے، ان میں سے بعض کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے، جیسے اعمش۔'' لہٰذا یہ اثر کسی صحیح حدیث کا معارض نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ منقطع اصل میں ضعیف ہے، اور ضعیف صحیح کی معاون کیسے؟

دلیل نمبر ۲۰ :

((قال ابن عبدالبر وھو قول جمہور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھوا لصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ)) (عمدۃ القاری صفحہ ۳۵۵ جلد ۵، جاء الحق صفحہ ۴۴۶)

''ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ جمہور علمائ، اہل کوفہ، شافعی، اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، صحابہ کے کسی اختلاف کے بغیر حضرت ابی بن کعب سے یہی صحیح ہے۔''

جواب : ... جمہور علماء کوئی دلیل نہیں ہے۔ فقہ کے نزدیک کل چار دلیلیں ہیں۔ کتاب وسنت، اجماع، قیاس مگر اہل حدیث قیاس کو تنقیع کے بعد مانتے ہیں، اور بعض محققین کے نزدیک اجماع بلا سند بھی محل نظر ہے، پس جمہور علماء کا محل بیس پر ہونا کوئی شرعی حجت نہیں۔ اور ہم دلیل نمبر ۱۶ کے جواب میں مفصل بحث کرچکے ہیں، اور یہ کہنا کہ اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہیں ہے، ابن عبدالبر کا سہو ہے۔ (اگر انہوں نے کہا ہے) کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

دلیل نمبر ۲۱ :

ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا ہے کہ ((فصار الاجماع لما روی البیھقی باسناد صحیح انھم کانوا یقمون علی عھد عمر رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان رضی الہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ)) (جاء الحق صفحہ ۴۴۶) ''عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ گویا بیس پر اجماع ہویگا۔''

جواب : ... ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ بیس پر اجماع ہوچکا خلاف واقعہ ہے، کیونکہ خود حافظ عینی نے اس اجماع کو طشت از بام کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔ ((قد اختلف العلماء فی العدد المستحب فی قیام رمضان علی اقوال کثیرۃ الخ)) ''قیام رمضان ی مستحب تعداد میں چند اقوال پر علماء کا اختلاف ہے۔'' (۱) بعض ۴۷ کے قائل ہیں۔ (۲) بعض ۴۱ کے اہل مدینہ کا اسی پر عمل ہے۔ (۳) بعض ۲۹ کے ۳۶ تراویح اور تین وتر یا ۳۸ تراویح ایک وتر یہ بھی اہل مدینہ کا عمل ہے۔ (۴) بعض ۳۴ کے اور (۵) بعض ۲۸ (۶) بعض ۲۴ (۷) بعض ۲۰ (۸) بعض ۱۴ (۹) اور بعض ۱۳ (۱۰) بعض گیارہ کے امام مالک اور ابن العربی اسی کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری صحہ ۱۲۶ جلد ۱۱) اور آخری قول میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابو سلمہ کی حدیث اس عدد میں صریح ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔ اصل سنت تو آٹھ ہی ہیں۔ باقی زائد نفل (فتح القدیر ص ۱۹۸ ج ۱)۔ یہی عبارت مرقات باب قیام رمضان میں بھی موجود ہے۔ اور فتح الباری میں امام مالک سے ۴۶ نفل اور ۳ وتر اور ۴۰ نفل اور ۷ وتر بھی منقول ہیں، (دعویٰ ص ۲۰۵، ۲۰۴ ج ۴) اور امام احمد سے کچھ مروی ہی نہیں۔ ایسے شدید اختلاف میں ۲۰ پر اجماع کا کرنا علماء کی شان سے فروتر ہے۔

وضاحت :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد کی طرف ۲۰ رکعت کو منسوب کرنا مدرج قول ہے، تصانیف بیہقی میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے، آثار السنن میں ہے، ((فقولہ علی عہد عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ مثلہ قول مدرج لایوجد فی تصانیف البیھقی)) (تعلیق آثار السنن)

دلیل نمبر ۲۲:

شتیر بن شکل ابن ابی ملکیہ۔ حارث۔ مطاء ابوالبختری۔ سعید عبدالرحمان بن ابی بکر بھی ۲۰ کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری ص ۵۷ ج ۵)

جواب: ... دلیل نمبر ۲۱ کے جواب میں گزرچکا ہے کہ عدد مستحب ہیں۔ ۱۰ اقوال ہیں۔ ایسی صورت میں چند شخصیتوں کا ۱۰ کو پسند فرمانا کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ دلیل نمبر ۱۶ کے جواب میں لکھا جاچکا ہے کہ یک آئمہ کا مخالف عمل بھی حدیث صحیح کی حجیت پر اثرانداز نہیں ہوسکتا۔ ((کذالک یجب ترک قول مائۃ)) امام اور آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کے متعلق ہم دلیل نمبر ۴ کے جواب میں ابوسلمہ کے متفق علیہ اور جابر اور ابی ابن کعب کی صحیح حدیثیں نقل کرچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث صحیح پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ (الاعتصام جلد نمبر ۲۷ شمارہ نمبر ۱۳، نمبر ۱۴، نمبر ۱۵)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 06 ص 372-387

محدث فتویٰ